www.KitaboSunnat.com

مولانا ثناء اللہ بلتستانی

قسط نمبر ۳

رحلۂ علم

قارئین کرام محدثین کے چند رحلات علم کے ذکر سے ان کی مشقتوں کا اندازہ فرما چکے ہیں۔ تاریخ امم میں مسلمانوں کے اس عظیم کارنامہ کی مثال نہیں ملتی جس کا اعتراف غیر مسلموں نے بھی کیا ہے۔ واقعی کسی انسان کی پوری زندگی کے اقوال وافعال کا اس طرح جمع ہونا ایک معجزہ ہے۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے محدثین کے ہاتھوں قرآن مجید کی طرح اس کی تفسیر وتعبیر یعنی حدیث بھی محفوظ فرما دی حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی انتھک کوششیں صرف سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی خاطر ہی کی جا سکتی تھیں جو کل دنیائے انسانیت کے لیے ایک کامل نمونہ اور واجب الاتباع ہو۔ ان رحلات کی داغ بیل تو اگرچہ محدثین نے ڈالی لیکن اس سے دوسرے علوم کی تحصیل کے لیے لوگ دور دراز کے سفر کرنے لگ گئے خصوصاً جملہ اسلامی علوم وفنون کے لیے عموماً یہی رواج رہا کہ طالبانِ علم ہر قسم کے علوم کی تحصیل کے شوق میں علماء اور ان کی مجالس کا رخ کرتے رہے (اور آج بھی جبکہ علماء کی مجالس کی بجائے مستقل مدارس کا رواج چل نکلا ہے، شائقین دور دراز کے علاقوں سے ان مقامات یا مدارس کا رخ کرتے ہیں جو اس سلسلہ میں مشہور ہوں اور اسے حصولِ علم کا ایک بڑا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ توریت میں بھی حضرت موسیٰ کا یہ قول منقول ہے کہ علم بھوک اور سفر میں ہے جبکہ لوگ اسے شکم سیری اور حضر (وطن) میں تلاش کرتے ہیں، اس لیے اب ہم ان اشخاص کا ذکر بھی مناسب سمجھتے ہیں جنہوں نے دوسرے علوم کی تحصیل کی غرض سے سفر کیے۔

رحلۂ فقہاء

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ خیر القرون میں علماء کی اکثریت جامع العلوم ہوتی تھی اور شرعی امور میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہی کے اجتہادؒ و تفقہ پہ اعتماد کیا جاتا تھا اور یہ علماء شرعی علوم (علوم عالیہ مثلاً قرآن، حدیث، فقہ اور تاریخ وغیرہ) ہوں یا علوم عربیہ (علوم آلیہ) سب کتاب و سنت کی خدمت ہی کی غرض سے سیکھتے تھے اور ان سے کتاب و سنت میں اجتہاد کر کے فتوے دیا کرتے تھے۔ اس لیے یہی لوگ فقہاء تھے (جیسا کہ شاہ ولی اللہ کے الفاظ "فقہاءِ محدّثین"ؒ جو انہوں نے اپنی ایک وصیت میں ان کا طریقہ پسند فرماتے ہوئے اسے اختیار کرنے کے متعلق کہے، سے بھی ظاہر ہے۔) لیکن بعد کے ادوار میں جیسا کہ حدیث اور تفسیر نے علیحدہ علیحدہ فن کی حیثیت اختیار کر لی۔ اسی طرح فقہ و قانون کا شعبہ بھی الگ شمار کیا جانے لگا اور چونکہ اجتہاد اور استنباطِ مسائل کے لیے سفر کی مشکلات کے بجائے حضر کے آرام اور یکسوئی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور اس سلسلہ میں وہی لوگ گھر بار چھوڑتے ہیں جو شوقِ علم میں علماء یا مدارس کے متلاشی ہوتے ہیں۔ یا وہ لوگ علماء کرام اور مفتیانِ عظام کی طرف سفر کرتے ہیں جن کو کسی اہم مسئلہ میں ان کی ضرورت ہوتی ہے اور ظاہر ہے یہ ضرورت ایسے ادوار میں بہت کم پیش آتی ہے جبکہ علم کا دور دورہ ہو۔ اس لیے فقہاءِ محدّثین کے علاوہ دوسرے فقہاء کے علمی رحلات بہت کم ہیں۔

مثلاً فقہاء میں زیادہ شہرت ائمہ اربعہ کو حاصل ہے لیکن ان میں سے علمی سفر زیادہ تر امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ ——— جن کا شمار فقہائے محدّثین میں ہوتا ہے ——— نے کیے ہیں اور جہاں جہاں گئے وہاں اپنے علمی اثرات بھی چھوڑے۔ لیکن اس کے برعکس امام ابو حنیفہؒ کا صرف "سفرِ حجاز" ہی ثابت ہے لیکن وہ بغرضِ حج بھی ہو سکتا ہے اور امام مالکؒ نے تو مدینہ منورہ کو اس طرح لازم پکڑا کہ وہیں کے ہو کے رہ گئے، وہ اشد ضرورتوں میں بھی وہاں سے نکلنا گوارا نہ کرتے تھے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ حصولِ علم

۱؎ لغت میں فقہ "فہم" کو کہتے ہیں اور اس لفظ یا اس کے مشتقات سے قرآن و حدیث میں "فہم" ہی مراد لیا جاتا ہے لیکن بعد کی اصطلاحات میں کتاب و سنت سے مستنبط مسائل و احکام کو "فقہ" کا نام دے دیا گیا۔ ہمارے ہاں مروجہ فقہ مذاہب مکتبِ فکر (SCHOOL OF THOUGHT) کے اختلاف کے اعتبار سے الگ الگ شمار ہوتی ہیں۔

۲؎ شاہ صاحب کے نزدیک فقیہ کی دو قسمیں ہیں، فقہائے اہلِ حدیث اور فقہائے اہل الرائے، مثلاً ائمہ اربعہ میں سے مالک، شافعی اور احمد (رحمہم اللہ) پہلی قسم یعنی اجتہاد و استنباط کے ماہر محدثین ہیں اور امام ابو حنیفہ رح دوسری قسم کے فقیہ ہیں ——— ادارہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے انہیں کسی دوسری جگہ جانے کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ ان دنوں مدینہ میں تابعین علماء کی ایک بڑی اکثریت موجود تھی۔

رحلۂ مؤرخین

علومِ شرعیہ میں چوتھا نمبر علمِ تاریخ کا ہے۔ جس میں گزشتہ واقعات وحادثات اور مشاہیر کے حالات بیان کیے جاتے ہیں۔ اس کا ایک مستقل حصہ تو علم اسماء الرجال ہے جس میں راویانِ حدیث کی زندگی زیرِ بحث آتی ہے تاکہ ان کی تعدیل یا جرح سے حدیث کی صحت وضعف معلوم ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ کام محدثین کا ہے جنہوں نے نہ صرف راویانِ حدیث کے حالات معلوم کرنے کے لیے دور دراز کے سفر کیے بلکہ نقد وجرح کے اصول وضع کر کے "مصطلح الحدیث" کا ایک مستقل علم ایجاد کیا۔ علم تاریخ کے اس شعبہ کے لیے تو محدثین کے رحلات کا ذکر گزر چکا ہے اور متقدمین ومتاخرین کی عظیم الشان تصنیفات اس کی عظمت اور اہمیت پر شاہد ہیں۔ باقی رہے دین ودنیا کی ممتاز شخصیتوں کے حالاتِ زندگی تو اس سلسلہ میں بھی بہت بڑا کام محدثین ہی نے کیا کیونکہ علم تاریخ بھی شرعی علم اور قرآنِ کریم کے پنجگانہ علومؑ میں سے ایک ہے بلکہ محدثین نے اپنے ذوقِ تحقیق سے اس فن کو اتنی ترقی دی کہ انہی کے فیضِ کرم سے اس علم کو اعتماد ووقار حاصل ہوا۔ گویا علم تاریخ میں تحقیق وتنقید کی یہ ریت ڈالنا مسلمانوں کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ لیکن محدثین کے علاوہ کئی دوسرے مؤرخین نے بھی اس سلسلہ میں سفر کی صعوبتیں برداشت کیں اور اپنے اپنے ذوق کے مطابق تاریخ کے مختلف حصوں پر مشتمل معلوماتی مواد اکٹھا کیا۔ اگرچہ یہ لوگ تحقیق وتنقید کا محدثانہ معیار تو قائم نہ رکھ سکے تاہم علماء نے ان کے کام کی قدر کی اور اسے تاریخ میں شامل رکھا کیونکہ تاریخ کا وہ حصہ جسے کوئی شرعی حیثیت حاصل تھی، اسے تو محدثین نے حدیث ہی کا حصہ

ؑ پنجگانہ علوم کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الفوز الکبیر اور دیگر کتب اصول التفسیر نیز واضح رہے کہ ہمارا مروجہ فنِ تاریخ بعینہٖ قرآنی علوم میں سے نہیں ہے کیونکہ قرآنِ کریم میں جن قصص کا بیان ہے اس سے مقصود فقط عبرت وموعظت ہے نہ کہ انبیاءؑ یا اممِ سابقہ کے حالات۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے مختلف مقامات پر مناسبتِ مقصد سے ایک ہی واقعہ کو کم وبیش کر کے بیان کیا ہے اور حالات میں نہ تو زمانی ترتیب کا لحاظ رکھا ہے اور نہ ہی انہیں اکٹھا بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ البتہ ان قصص سے جن حالات کا پتہ چلتا ہے وہ فنِ تاریخ کا مستند ترین باب ہے۔ اور دوسرے علوم کی طرح فنِ تاریخ کے لیے تحقیق وتنقید کے اصول قرآن ہی نے بتائے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنادیا تھا جس کی چھان پھٹک بھی محدثانہ معیار پر تھی۔ باقی حصہ کو اسلام کے اصولی مسائل (فقہ اکبر) اور حرام و حلال (فقہ اصغر) کے لیے ناقابلِ استناد قرار دے کر عام تاریخ شمار کیا جس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ واقعات کا کچھ تفصیلی خاکہ ہمارے سامنے آجاتا ہے جو نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے کا مصداق ہے۔ نیز وہ شخصیتیں جو اگرچہ دینی نہیں لیکن اپنی دنیاوی اہمیت کی وجہ سے دین و شریعت پر اثر انداز ہوتی رہی ہیں ان کا سوانحی خاکہ اگر یقینی حیثیت میں نہیں تو اس تفصیل سے ان کے متعلق اجمالاً اتنا علم ضرور حاصل ہو جاتا ہے جس پر اعتماد کیا جا سکے۔ اس طرح علم تاریخ سے سابقہ تجربات کا فائدہ بھی ملتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

کیونکہ تاریخ کے لیے باوجود محدثانہ معیار قائم نہ رکھنے کے مسلمانوں نے اصولِ روایت کا اتنا معیار ضرور ملحوظ رکھا ہے کہ تاریخ جاہلیت کی طرح بے سروپا کہانیوں اور بے سند قصوں کا مجموعہ نہ رہ جائے۔ جن علماء نے تاریخ دانی میں ایک مقام حاصل کیا اور کتب تاریخ بھی تصنیف فرمائیں ان میں سے بخاریؒ، طبریؒ، ابن سعدؒ، ابن ہشامؒ، ابن عبدالبرؒ، ابن حزمؒ، ابن اثیرؒ، ابن کثیرؒ، ابن حجرؒ، ابن تیمیہؒ، ابن القیمؒ، ابن خلدونؒ، خطیب بغدادیؒ اور سیوطیؒ کی کتبِ سیر و تواریخ خصوصی طور پر قابلِ اعتماد اور علماء کے ہاں متداول ہیں

علم تاریخ سے قریبی تعلق رکھنے والا ایک علم، علم جغرافیہ ہے جس میں مشاہیر زمانہ کے بجائے حالات مقام و مکان سے متعلق بحث ہوتی ہے اور مختلف خطوں اور علاقوں کی خصوصیات کا ذکر ہوتا ہے۔ اگرچہ فی زمانہ اس سلسلہ میں یورپ نے بڑی شہرت حاصل کی ہے لیکن مسلمان سیاحین کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کام کی ابتداء مسلمانوں نے ہی کی اور اپنے ترقی یافتہ دور میں انہوں نے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیے/ مثلاً مشہور مسلمان جہاں پیما ابن بطوطہ کا ایک واقعہ ان کے دور دراز کے سفر اور سیاحت کا پتہ دیتا ہے، وہ یہ کہ جب ابن بطوطہ سکندریہ پہنچے تو شیخ برہان الدینؒ اعرج کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے دورانِ ملاقات اپنے تین بھائیوں کو، جن میں سے ایک فریدالدین نامی ہندمیں تھے، دوسرے زین الدین سندھ میں اور تیسرے برہان الدین چین میں تھے۔ سلام پہنچانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ ابن بطوطہ نے ان سب کو فرداً فرداً مل کر ان کا سلام پہنچایا۔ افسوس کہ آج مسلمانوں کے زوال و انحطاط کے ساتھ ہی اس کام کے امین غیر بن گئے ہیں جس کی وجہ سے ایسے یہ عظیم الشان کارنامے بھی گوشہ گمنامی میں چلے گئے۔

رحلۂ اُدبار و مسلمانوں کی الہامی کتاب "قرآن" اور ان کے پیشوا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبان چونکہ عربی تھی اس لیے کتاب و سنت کے فہم و بصیرت کے لیے عربی زبان کی واقفیت نہایت ضروری ہے مسلمانوں نے اس کا احساس کرتے ہوئے اور عربی ادب[1] کو دین سمجھتے ہوئے اس کی بڑی خدمت کی اور اسے نہ صرف سیکھا سکھایا بلکہ اس کے لیے بڑے بڑے علوم ایجاد کیے۔ صرف و نحو، بلاغت، عروض و قوافی، لغت وغیرہ بیش بہا قیمتی علوم مسلمانوں ہی کے وضع کردہ ہیں۔ جہاں تک اصل عربی ادب و زبان کا تعلق ہے اس کے لیے دورِ جاہلی ——— صدرِ اسلام اور اموی دور بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس دوران شعر و شاعری اور لغت و ادب کا مرکز زیادہ تر حجاز ہی رہا اور باقی قبائل کی حیثیت ثانوی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم بھی لغتِ حجاز ہی میں نازل ہوا اور اسی لیے کتاب و سنت کے فہم کے لیے بطورِ استناد اسی دور کی زبان پیش کی جاسکتی ہے۔ لیکن بعد میں مُولدین[2] کی کثرت کی وجہ سے اور شہری ماحول اور قوموں کے کثیر اختلاط کی وجہ سے زبان کا وہ معیار قائم نہ رہ سکا۔ تاہم اس تبدیلی کا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں کا ایک جم غفیر عربی زبان کے تحفظ کے لیے میدان میں نکل آیا جن کی کوششوں سے بیسیوں نئے علوم معرضِ وجود میں آئے۔

بقول علامہ فرید وجدی (صاحب دائرۃ المعارف) سب سے پہلے جس نے اس سلسلہ میں سفر اختیار کیا وہ یونس بن حبیب (المتوفی ۱۸۳ھ) تھے۔ ان کے بعد مشہور شاعر خلف الاحمر تھے جنہوں نے صرف عربوں کی شعر و شاعری اور ان کے اصلی حالات معلوم کرنے کے لیے بدوؤں سے ملاقاتیں کیں اور ان کے ہاں رہے۔ انہوں نے ۱۸۰ھ میں وفات پائی۔ ان کے بعد مشہور نحوی خلیل بن احمد نے قبائل عرب سے مل کر ان کی مادری اور اصلی زبان کی چھان بین کی۔ ان کا سن وفات ۱۷۵ھ ہے۔ ان کی پیروی میں ابو زید انصاری (متوفی ۲۱۵ھ) نے عرب علاقوں کا سفر کیا اور بدوؤں سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ یہ سلسلہ چوتھی صدی ہجری تک چلتا رہا۔ پھر عرب دیہات کی زبان بھی دست بردِ زمانہ سے نہ بچ سکی۔ نیز عربی زبان اور اس کے متعلقہ علوم مدون ہو کر عربی ادب اس قدر محفوظ ہو چکا تھا کہ پھر بغرضِ تدوین رحلہ کی ضرورت بھی نہ تھی۔ اگرچہ بعد میں تعلیم و تعلّم کی غرض سے یہ سلسلہ جاری رہا لیکن اس کے لیے کوئی علاقہ مخصوص نہ رہا۔

---

[1] حضرت عمرؓ کا مشہور فرمان ہے، تعلموا العربیۃ فانھا من دینکم۔ عربی زبان سیکھو یہ تمہارے دین سے ہے۔

[2] عربوں کی وہ اولاد جو غیر قوموں کے اختلاط سے پیدا ہوئی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دَور میں اس بات کا ذکر فائدہ سے خالی نہ ہو گا کہ عربی زبان وادب میں احتیاط کا یہ عالم تھا (مثلاً بعض ادباء سے منقول ہے) اگر جولاہا۔ زبان کی تعلیم کی غرض سے شہروں میں آتے تو علماء پہلے ان کا امتحان لیتے۔ اگر وہ شہری زبان سے ناواقف ہوتے تو ان سے اخذ علم کرتے ورنہ ان سے نقل کرنا احتیاط کے منافی سمجھتے۔ پھر جب شہریوں کے ساتھ اختلاط سے یہ لوگ شہری زبان سے خوب واقف ہو جاتے تو ان سے عربی زبان سیکھنا بند کر دیتے۔ جاہلی شعراء کا کلام حفظ کرنے والے تو بہت ہیں لیکن یہاں رحلہ کے اعتبار سے ان کا ذکر غیر متعلق ہے۔ ہاں رحلۂ تعلیم و تعلّم کی چند ایک مثالوں کا ذکر مناسب رہے گا۔

حماد بن راویہ (متوفی ۱۵۵ھ) جنہیں ولید بن یزید نے ۲۹۰۰ قصائد از بر ہونے پر کامیابی کی سند دی تھی، کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ ہشام ابن عبدالملک کو ایک شعر کے قائل کا علم نہ ہو سکا، وہ شعر یہ تھا۔

ودعوا بالصبوح یوما فجاءت

قینة فی یمینها ابریق

تو اس نے حماد الراویہ کو کوفہ سے دمشق بلا بھیجا۔ چنانچہ حماد نے اس کے پاس جا کر اس قصیدہ کے باقی اشعار سنائے اور تبلایا کہ یہ شعر قصیدۂ عدی بن زید سے ہے۔ عربی ادب کے تعلّم کی غرض سے جو لوگ ادباء کی مجالس میں دور دراز کے سفر طے کر کے حاضر ہوتے تھے اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جب مشہور ادیب الفرّاء نے اپنی کتاب المعانی لکھوائی تو حاضرین طلبہ کی کثرت کی وجہ سے ان کا شمار مشکل تھا۔ اس مجلس میں صرف قاضیوں کی تعداد اسّی تھی۔

رحلۂ اطباء

انصاف نہ ہو گا اگر مَیں رحلات کے سلسلہ میں اطباء کا ذکر نہ کروں۔ اگرچہ علم طب کا براہ راست دین سے کوئی تعلق[1] نہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طبی ہدایات علم حدیث کا ایک زرّیں باب ہیں۔ اور اسی

---

[1] شاہ ولی اللہ نے اپنی مشہور تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" میں علم طب کو دنیاوی امور سے شمار کیا جن کا دار و مدار تجربہ پر ہے اور اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو آپ کے فرمان انما انا بشر اذا امرتکم بشیء من دینکم فخذوا به واذا امرتکم بشیء من رایی فانما انا بشر پر محمول کیا ہے (واللہ اعلم) ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۸ ج ۱۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی فضیلت کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں :۔

العلم علمان علم الابدان و علم الادیان یعنی علم دو ہیں علمِ طب اور علم دین [1]

اس بحث سے قطع نظر علم طب کی اہمیت بہت ہے کیونکہ یہ انسانی جسم و روح [2] سے بحث کرتا ہے اور دینی صحت زندگی کی لابدی ضروریات سے ہے ۔ انسانی امراض اسے نہ صرف دنیاوی طور پر ناکارہ کر دیتی ہیں بلکہ اس کے شرعی فرائض کے سلسلہ میں بھی خلل انداز ہوتی ہیں ۔ حدیث میں آتا ہے :۔

المؤمن القوی خیر من المؤمن الضعیف

یعنی قوی مسلمان اللہ کے ہاں کمزور مسلمان سے زیادہ پیارا ہے ۔

کیونکہ وہ دین کیلئے کام سرانجام دیتا ہے جن سے کمزور محروم رہتا ہے نیز رحلات کے بارے میں اطباء کی محنتیں بہت قابل قدر ہیں ۔ انہوں نے جڑی بوٹیوں ، معدنیات اور مختلف چیزوں کی تلاش اور خواص کے لیے انتھک محنتیں کیں اور اس کے لیے علاقوں کے علاقے اور دشت و دریا چھان مارے اور مختلف تجربات کے لیے انہیں بیش بہا قربانیاں دینی پڑیں ۔ مسلمان اطباء نے اس کے لیے دور دراز کے سفر کیے اور اس فن کے لیے بڑی مشقتیں اٹھائیں اور ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ رہتی دنیا تک ان کی یادگار رہیں گے ۔ آج کی سائنسی دنیا اپنے بلند بانگ دعووں کے باوجود جن مشکلات کا کوئی حل تلاش نہ کر سکی ، مسلمانوں نے اپنے دور میں ان کو حل کیا ۔ بطور مثال آج سب ڈاکٹر صاحبان اور سائنسدان "الکوحل" کے مضر اثرات کا اعتراف کرتے ہیں لیکن اس کا متبادل نہ پانے کے سبب اس کے استعمال کے سوا کوئی چارہ نہیں پاتے ۔ حالانکہ مسلمان اطباء قرنوں پہلے ان مقاصد کے لیے دوسری تدابیر پیش کر چکے ہیں ۔ گویا آج کی ترقی یافتہ طب نے مسلمانوں ہی کے فیض کرم سے ترقی کی منزلیں طے کیں ۔ یورپ کے ماہرینِ طب زیرِ لب اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ موجودہ طب مسلمانوں کی کوششوں کی رہینِ منت ہے ۔

مسلمانوں نے اسلامی قرونِ وسطیٰ میں طب کی اس قدر خدمات انجام دی ہیں کہ ان کی طب کو

---

[1] یہ مقولہ ہے حدیث نبوی نہیں ہے ۔

[2] روح سے مراد طبی روح ہے ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبِ یونانی کی بجائے طبِ اسلامی کہنے کو جی چاہتا ہے۔ اس دور کے اکثر علماء دینی علوم کے ساتھ ساتھ طب کے بھی ماہر ہوتے تھے اور اسے دینی علوم ہی کی طرح اہتمام سے سیکھتے تھے۔ غزالیؒ و رازیؒ بلند پایہ عالم اور ماہر طبیب بھی ہیں جبکہ کئی علماء نے تو خاص طبِ نبوی کے نام سے کتابیں لکھیں۔ امام ذہبیؒ کی کتاب "طب النبوی" اور امام سیوطیؒ کی کتاب الرحمۃ فی الطب والحکمۃ" کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ امام شافعی متبحر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ماہر طبیب بھی تھے۔ اسی طرح مشہور مورخ ابن اصیبعہ بیک وقت علامۃ الدہر اور طبیب حاذق تھے اور ان کی طرح اس فن میں ان کی ایک بہن اور بیٹی بھی ید طولیٰ رکھتی تھیں۔

علامہ سید شریف کو ایام طالب علمی میں شوق ہوا کہ وہ امام رازیؒ کی کتاب شرح مطالع خود ان سے پڑھیں چنانچہ اس دُھن میں وہ ہرات پہنچے، اس وقت امام کی عمر دسویں منزل کی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور قویٰ مضمحل ہو چکے تھے اس لیے اس کہن سالی میں انہوں نے جواں ہمت سیّد کو اپنی طاقت سے باہر سمجھتے ہوئے اپنے شاگرد مبارک شاہ کے پاس قاہرہ جانے کا مشورہ دیا اور کہا کہ اس کا پڑھانا میرا پڑھانا ہی ہے اور ایک سفارشی رقعہ لکھ دیا۔ اس سفارش سے سید شریف حلقۂ درس میں شامل تو کر لیے گئے لیکن انہیں نہ تو جماعت میں قراءت کا موقع ملتا اور نہ ہی ان کا مستقل سبق شروع ہو سکا۔ لہٰذا وہ صرف سماع پر قناعت کرتے تھے۔ ایک شب مبارک شاہ صحن مدرسہ میں چہل قدمی کر رہے تھے کہ ایک جانب سے کسی کی آواز کان میں پڑی۔ متوجہ ہو کر سنا تو میر سید شریف کہہ رہے تھے۔

"مصنف یوں کہتے ہیں، استاد کا یہ ارشاد ہے اور میرا خیال اس طرح ہے۔"

اس ذہانت سے مبارک شاہ بڑے متاثر ہوئے اور انہیں طلباء میں ایک نمایاں مقام دینے لگے[1]

رحلۂ نابینا علماء

بصارت اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے حصول علم کے لیے تو تقریباً لابدی چیز ہے لیکن ان مسلمان علماء کے تبحرِ علم اور اس کے حصول پر تعجب ہوتا ہے جنہوں نے نابینا ہونے کے باوجود علمی سمندروں میں غوطے لگائے اور بیناؤں پر بھی سبقت لے گئے اگرچہ ان علماء کا ذکر بھی سابقہ عنوان

[1] علمائے سلف و نابینا علماء بحوالہ عیون الانباء ص ۲۱۹ ج ۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں سے کسی کے ماتحت کافی تھا لیکن ان کی اس معذوری کے پیش نظر خصوصاً جبکہ دور دراز کے سفر کسی مونس و غمخوار کے بغیر کیے ہوں، علم کا حصول ایک نہایت حیرت انگیز امر ہے۔

حدیث کے مشہور نابینا راوی قتادہ بن دعامہ سدوسی نے طلب حدیث کے لیے حجاز، بصرہ اور واسط وغیرہ کا سفر کیا۔ حجاز میں مشہور تابعی (سرخیل اہل الحدیث) امام سعید بن المسیبؒ سے پڑھنا شروع کیا تو طلب اور شوق علم میں انہیں اس طرح لازم پکڑا کہ وہ گھبرا اٹھے اور تیسرے روز ہی فرمانے لگے کہ اے اللہ کے بندے تو یہاں سے نکل، تو نے تو مجھے نچوڑ لیا ہے۔ بصرہ میں علماء کے ہاں اس قدر آنا جانا تھا کہ ہموار و ناہموار جگہ کی پروا نہ کرتے تھے اور بغیر رہبر کے ہر جگہ پہنچ جاتے تھے۔ ۱۱۸ھ میں شہر واسط میں مبتلائے طاعون ہو کر وفات پائی۔

امام بخاریؒ کا تحصیل علم کے دوران دوبارہ نابینا ہونے کا قصہ قارئین پہلے مطالعہ فرما چکے ہیں۔ اس دوران میں بھی ان کا شوق تعلیم و تعلم جاری رہا۔

صحاح ستہ کی مشہور کتاب جامع ترمذی کے مصنف امام محمد بن عیسٰی ترمذیؒ مادرزاد نابینا تھے تاہم ان کی وسعتِ معلومات اور جلالتِ علمی ان کی "جامع" سے ظاہر ہے۔ انہوں نے اس علم کی خاطر حجاز عراق، خراسان وغیرہ کے سفر کیے اور علماء سے کسبِ فیض کیا۔

مادرزاد نابینا حافظ الحدیث ابو العباس رازی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال سے شیفتگی میں بلخ بخارا، نیشاپور اور بغداد پہنچے (واضح رہے کہ بلخ سے بغداد تقریباً ۱۲۶۵ میل دور ہے) اسی طرح صائن الدین مکی آٹھ نو برس کے تھے جب نابینا ہو گئے، باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا وارثوں میں ایک ماں اور ہمشیرہ تھی۔ ماں اپنے نابینا بیٹے کو نہ سنبھال سکی۔ لہٰذا آپ نے تحصیلِ علم کے لیے اپنا علاقہ چھوڑا اور موصل چلے آئے، جہاں قرآن مجید حفظ کیا اور ادب کی تعلیم حاصل کی پھر بغداد چلے گئے یہاں عربی ادب میں مہارت پیدا کی اور علمائے حدیث سے حدیث کا سماع کیا، پھر وہاں سے وطن لوٹے، پھر دوبارہ موصل کا رخ کیا، پھر یہاں سے شام پہنچے، بیت المقدس گئے، وہاں سے حلب اور حلب سے پھر موصل گئے اور وہیں پیوندِ خاک ہوئے۔ یہ سب علمی رحلات تھے۔

رحلۂ ملائکہ و جنات

تکمیل بحث کی خاطر دل چاہتا ہے کہ رحلۂ علماء کے بیان میں خاکی مخلوق کے ساتھ نوری اور ناری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخلوق یعنی ملائکہ اور جنات کے رحلاتِ علم کا بھی کچھ ذکر کر دیا جائے۔ اللہ کی مخلوق میں سے یہ دونوں بنی نوع انسان کی طرح ذوی العقول ہیں۔ فرشتے تو مقصدِ عبودیت میں انس وجن کے معاون اور جن انسان کی طرح شریعت کے مکلف ہیں۔

علم ایسی چیز ہے کہ ہر کوئی اس کے حصول کے لیے بے قرار ہے اور اللہ تعالیٰ نے علم کی برتری کی بنا پر ہی آدم کو ملائکہ وجنات (جن کا سردار ابلیس تھا) پر فضیلت دی اور انہیں آدم کو سجدۂ احترام وتعظیم کرنے کا حکم فرمایا۔ فرشتوں نے تعمیلِ حکم کی اور وہ انسان کے معاونِ ابدی قرار پائے جبکہ جنوں کے سردار ابلیس نے تکبر کیا اور سجدہ سے انکار کیا لہٰذا وہ ملعون ومردود قرار پایا[1] لیکن عام جنات تو صرف مکلف رہے لیکن ہمیشہ کے لیے ان سے نبوت چھین لی گئی اور ان کے انبیاء وپیغامبر انسان ہی قرار پائے۔ کیونکہ یہی علمِ الٰہی کے امین، مسجود الملائکہ اور خیر البریہ (افضل المخلوقات) تھے۔ اب آپ الگ الگ ملائکہ اور جنات کے رحلاتِ تعلیم وتعلم کا مختصر حال سنیئے:۔

رحلۂ ملائکہ

فرشتے اللہ تعالیٰ اور انسان کے درمیان علمِ الٰہی کا واسطہ اور محافظ ہیں جیساکہ قرآن میں ہے:۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ (الشوریٰ: ۵۱)

یعنی کسی بشر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خطاب کی تین ہی صورتیں ہیں کہ یا تو براہ راست القاء کریں یا پسِ پردہ بات کریں یا اپنا قاصد بھیجیں جو اللہ کے احکام ویسے ہی تبلائے جیسے

---

[1] ابلیس کو نافرمانی کی وجہ سے ملعون قرار دیا گیا تھا لیکن چونکہ عام جنات نے کوئی نافرمانی نہ کی تھی اس لیے وہ انسان کی طرح مکلف ہی رہے لیکن اللہ تعالیٰ کی امانتِ علمی کا امین بننے کی وجہ سے خیر البریۃ انسان ہی قرار پایا اور نبوت اسکا خاصہ بنی واضح رہے کہ انسان سے قبل جنات کے انبیاء انہی میں سے ہوتے تھے لیکن آدم کے بعد یہ نبوت آدم کے حصہ میں آئی نبوت کا چھیننا کوئی انکے لیے سزا نہ تھا بلکہ یہ اللہ کا فضل ہے اللہ جسے چاہے دے۔ انکے سردار ابلیس کی نافرمانی کیوجہ سے اگر اپنا کوئی جزوی فضل واحسان ان پر نہ کیا یا اگر انسان کی افضلیت کیوجہ سے انسان ہی اللہ تعالیٰ کا نمائندہ (نبی) قرار پایا تو اس پہ کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے سورۃ البقرہ ع ۴ اور سورۃ الاحزاب کے آخری رکوع میں غور فرمائیں

 محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ چاہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ علم والے حکمت والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں فرشتوں کا (عموماً اور حضرت جبریل کا خصوصاً) اللہ اور بندوں کے درمیان اسطہ بننے کا ذکر ہے۔ یہ فرشتوں کے رحلاتِ علم ہی ہیں جن کی زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ احادیث میں فرشتوں کا عام طور پر انسان کی شکل میں اور گاہے اپنی شکل میں انبیاء کے پاس آنے جانے کا ذکر موجود ہے۔ مشکوٰۃ کے شروع میں ہی ہے کہ جبریل امین تعلیمِ دین کی غرض سے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اہم باتوں میں سے کئی کے متعلق مکالمہ کیا۔ ابتدائے وحی کے وقت غارِ حرا میں بھی جبریل امین اپنی اصلی شکل میں آئے تھے جب کہ سورۃ العلق نازل ہوئی۔ پھر سورۃ المدثر کے وقت بھی جبریل افق میں دکھائی دیے تھے وغیرہ وغیرہ۔

وحی اور علمِ الٰہی کے تحفظ اور نگرانی میں حبر الامت عبد اللہ بن عباسؓ کا قرآنی لفظ "رصدا" کی تفسیر میں یہ قول کافی ہے کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو شیاطین سے حفاظتِ وحی کے لیے نازل ہوتے ہیں۔ (رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم فی تفسیرہما)

ابن مردویہ میں اسی آیت کی تفسیر میں یہ بھی مذکور ہے:۔

ما انزل اللہ علی نبیہ ایۃ من القراٰن الا و معھا اربعۃ من الملائکۃ یحفظونھا حتی یودیھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی ہر آیت کے نزول کے وقت حفاظت کے لیے چار فرشتے بھیجتے ہیں۔ (فتح القدیر ص ۳۱۴۔ جلد ۵)

فرشتوں کے یہ سب سفر تعلیمِ انسانی کی غرض سے ہیں۔ علاوہ ازیں فرشتوں کا مجالسِ قرآن و ذکر اور مختلف مواقعِ خیر میں زمین پر اترنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

رحلۂ جنات

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ فرشتے انسانی تعلیم کی غرض سے اترتے ہیں۔ اسی طرح جنات انسانوں سے علم سیکھنے کے لیے انسانوں کے پاس آتے جاتے ہیں۔ گویا ملائکہ کا رحلۂ تعلیم ہوا تو جنات کا رحلۂ تعلم، خواہ بہ نیت فاسد ہو یا بخیر، کیونکہ وحی کے علاوہ جتنے مزعومہ غیبی علوم ہیں شامل سحر، جفر، رمل، کہانت، نظر اور شعبدہ بازی، موجودہ مسمریزم اور ہپناٹزم وغیرہ ان سب میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنات کا عمل دخل ہوتا ہے۔ ان علوم میں حقیقت صرف اتنی ہوتی ہے جتنی جنات آسمانی وحی سے اچک لیتے ہیں باقی اس میں ننانوے فی صد جھوٹ ہوتا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تفصیلی فرمان مذکور ہے۔

قرآن کریم میں آسمانی علوم کے حصول کے لیے جنات کا آسمانوں پر جانا ثابت ہے۔ بعثتِ محمدیہ سے پہلے تو وہ بلا روک ٹوک جاتے تھے لیکن سلسلہ وحی کے شروع ہو جانے کے بعد سے آسمانی دروازے ان پر بند ہو گئے ہیں اور ان پر فرشتے اور ستارے پہریدار مقرر ہو گئے[۱] اب بھی جنات اللہ تعالیٰ کی آسمانِ دنیا پہ ملائکہ سے دنیاوی امور کے متعلق بات چیت سننے کے لیے اوپر جاتے ہیں لیکن انہیں فرشتے آگ مارتے ہیں۔ گاہے کوئی نہ کوئی بات (بطور آزمائش) انہیں بھی مل جاتی ہے[۲] جس میں یہ ننانوے فی صد جھوٹ ملا کر اپنے اولیاء مذکورہ بالا یعنی کا فرانہ علوم کے عاملین کے پاس جا کر تبلاتے ہیں۔ جو وہ اپنے مریدین کو تبلاتے ہیں۔ اس طرح دنیا کو گمراہ کرتے ہیں۔ یہ رحلات تو بہ نیتِ فاسد ہوئے لیکن ان کا بہ نیت خیر یعنی حصولِ علم شریعت کے لیے بھی انبیاء اور علماء کے پاس آنا جانا ثابت ہے[۳] یہ عام علماء صلحاء کی مجالس میں شریک ہوتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی ان کا آنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے جیسا کہ چند جنات جو تہامہ سے آئے اور عکاظ کے میلہ کی طرف جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازِ فجر کے وقت مقامِ نخلہ میں ملے (جبکہ آپ طائف سے فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کے بعد لوٹ رہے تھے۔) اور قرآن سن کر متعجب ہوئے اور ایمان بھی لائے[۴] (البخاری ص ۷۳۲، ج ۲) (باقی آئندہ)

---

[۱] سورۃ الجن آیت ۸ تا ۱۰۔ پ ۲۹

[۲] سورۃ الصافات: آیت ۸ تا ۱۰

[۳] حضرت سلیمان کی ان پر حکومت بھی تھی اور یہ آپ کے بہت سے کام سرانجام دیتے تھے۔ قرآن کریم (سورۂ سبا) میں ان کا بیت المقدس کی تعمیر کرنے کا ذکر ہے۔ لیکن اب سلیمانی کی دعا کی وجہ سے انہیں محکوم بنانا ممنوع ہے۔

[۴] قرآن کریم میں بھی قرآن کو سن کر جنوں کا ایمان لانا مذکور ہے:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ..... اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

(سورۃ الاحقاف: آیت ۲۹ تا ۳۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ